اپنی تربیت کیسے کریں؟

خرم مرادؒ

ترتیب

- دیباچہ ۵
- (۱) تربیت کا مفہوم و مقصود ۹
  - اہمیت اور محبوبیت کیوں؟ ۹
  - تربیت کا مقصود، جنت ۱۲
  - یک سوئی کا فیصلہ ۱۵
  - برکات و ثمرات ۱۶
  - جامعیت ۱۷
  - پہلا قدم ۱۸
- (۲) تربیت آسان ہے، بالکل بس میں ہے ۱۹
  - آسان کیوں ہونا چاہیے؟ امتحان کا تقاضا ۲۰
  - رحمت و عدل الٰہی کا تقاضا ۲۲
  - آسانی کے پہلو:
    - فطرت انسانی سے مطابقت ۲۳
    - ساری زندگی تربیت گاہ ہے ۲۴
    - اختیار اور بس میں ہے ۲۶
    - اختیاری اور غیر اختیاری ۲۸
    - راہ زن فتنے اور مغالطے ۲۸
    - اچھی طرح یاد رکھو ۳۰

(۳) اپنا ارادہ اور عمل شرط ہے ۳۱
- تخلیق وامتحان کا تقاضا: عمل کے بدلے کا قانون ۳۲
- کوئی چیز فائدہ نہ دے گی ۳۴
- شیطان کا زور ۳۴
- توفیق الٰہی کی دست گیری ۳۵
- صرف ارادہ اور سعی ہی مطلوب ہے ۳۶
- ارادہ ۳۷
- سعی ۳۹
- حرف آخر ۴۰

۳
اپنا ارادہ اور عمل شرط ہے

دنیا میں کامیابیاں ہوں، یا آخرت کی کامرانیاں، دونوں کے لیے اپنی تربیت ناگزیر ہے۔ جنت اپنی تربیت اور تزکیے کے بغیر نہیں مل سکتی۔ اپنی تربیت کرنے اور جنت میں جانے کا یہ راستہ آسان ہے، اور یہ بالکل تمھارے بس اور اختیار میں ہے کہ اپنی تربیت کرسکو، کرو اور کرلو۔

لیکن یہ بات بھی ہمیشہ خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ تمھاری تربیت صرف تمھارے اپنے کرنے ہی سے ہوسکتی ہے۔ جو کچھ کرنا ضروری ہے، تم اس کا ارادہ کرو، اسے کرنے کی کوشش کرو، عمل کرو... اس کے بغیر تمھاری تربیت کسی طرح ممکن نہیں۔

تمھارا ارادہ اور تمھارا عمل ... اپنے بس میں عمل کی پوری کوشش ... یہی تمھاری تربیت کے لیے پہلی شرط ہے۔ صرف یہی چیز اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے، صرف اسی پر انھوں نے اپنے سارے انعام واکرام کا وعدہ کیا ہے۔

تم ارادہ نہ کرو، تربیت کے لیے جو کچھ کرنا تمھاری ذمے داری ہے، اس کے مطابق عمل نہ کرو، تو اس کا کوئی بدل نہیں، اس کی تلافی کسی طرح نہیں ہوسکتی۔ کوئی چیز تمھارے ارادے اور عمل کی جگہ نہیں لے سکتی۔ کوئی تمھاری جگہ وہ کام نہیں کرسکتا جس کو کرنے کے لیے ذمے داری تمھیں دی گئی ہے۔ تم کچھ سیکھ کر اس پر عمل نہ کرو، یا سیکھنا ہی نہ چاہو، تو کوئی تعلیم و تربیت تمھیں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی۔ اپنے ایمان اور عمل کے علاوہ کوئی چیز نہیں جو تمھیں اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کا مستحق بنا سکے، تمھیں جنت میں لے جا سکے۔

یہی تربیت کا اصل اصول ہے۔ یہ بالکل ظاہر اور روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اتنا صاف اور واضح ہونے کے باوجود، بدقسمتی سے یہی اصول سب سے زیادہ نگاہوں سے اوجھل

رہتا ہے، یا ہو جاتا ہے۔ یہ اصول بے شمار تمناؤں اور تاویلات کے پردوں میں چھپ جاتا ہے۔ اس کو بھول کر ہم دسیوں سہاروں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، مگر کوئی بھی سہارا سراب سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

تخلیق و امتحان کا تقاضا: عمل کے بدلے کا قانون

غور کرو تو تربیت کا یہ قطعی اور واضح اصول ہمارے مقصد وجود میں مضمر ہے۔ یہ اس امتحان کی بنیاد اور روح ہے، اس کا ناگزیر تقاضا ہے، جس کی خاطر ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔ ہمیں حسن عمل کے امتحان میں ڈالا گیا ہے۔ اسی امتحان کے لیے ہم کو اپنے عمل پر اختیار دیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اپنے عمل کے علاوہ ہمیں کسی چیز پر بھی کوئی حقیقی اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ اختیار عمل ہی کا تقاضا ہے کہ تربیت کا عمل آسان ہے، اس لیے کہ عمل ہمارے اختیار میں ہے۔ لیکن اسی اختیار اور حسن عمل کے امتحان کا لازمی تقاضا یہ بھی ہوا کہ ہمیں جو کچھ ملے وہ صرف ہمارے ارادہ کرنے اور عمل کرنے کے بدلے میں ملے۔ اللہ کی رحمت ملے تو اسی کے بدلے میں، مغفرت ملے تو اسی کے بدلے میں، مغفرت و رحمت کی بدولت جنت ملے تو وہ بھی اسی کے بدلے میں۔

اگر ہمارے لیے یہ امکان اور راستہ بھی کھلا ہوتا کہ... ہم نہ چاہیں، ارادہ نہ کریں، عمل نہ کریں... پھر بھی کسی اور کے وہ عمل کرنے سے جو ہمارے کرنے کا ہے۔ کسی کی تعلیم و تربیت سے، کسی کے حکم و اختیار سے ہمارے لیے تربیت اور جنت کی راہ ہموار ہو جاتی تو وہ امتحان ہی بے معنی ہو جاتا جس کی خاطر ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔

کوئی بھی ہماری جگہ وہ نماز نہیں پڑھ سکتا جو ہمیں پڑھنا ہے۔ وہ روزہ نہیں رکھ سکتا، وہ وعدہ پورا نہیں کر سکتا، مخلوق کی وہ خدمت نہیں کر سکتا، وہ جہاد نہیں کر سکتا، جو کرنا ہمارا کام ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا وہ عمل کرے جو ہمیں کرنا ہے، اس طرح کہ اس میں ہمارا سرے سے کوئی دخل ہی نہ ہو تو... اس پر عذاب ثواب کے مستحق ہم کیسے ہو سکتے ہیں۔ کوئی ہمیں مجبور کر کے گناہ کرائے، اور اس میں ہماری خواہش و ارادے کو دخل نہ ہو، تو اس کا وبال ہم پر نہیں۔ مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ (النحل:۱۰۶) ''(اس پر کوئی غضب نہیں) جس پر زبردستی کی گئی ہو (کہ وہ کفر کرے) جب کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔'' اسی طرح کوئی ہم سے اس طرح نیکی کرالے کہ ہم کرنا نہ چاہتے ہوں، تو اس کا اجر ہمیں کیوں ملنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ پھر کوئی دوسرا ہماری جگہ

تربیت کی وہ کوشش کیسے کرسکتا ہے، جس کا کرنا ہمارے ہی لیے مقرر کیا گیا ہے۔ یا اگر ہم خود اپنی تربیت کے لیے سعی نہ کریں، تو کسی کی بھی تعلیم و تربیت سے ہمیں کیوں کر فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ خارج سے تربیت کی ہر کوشش ایک بارش کی مانند ہے۔ چٹان پر سے وہ بارش بہہ جاتی ہے، ہر تالاب، ندی، نالہ، دریا اپنے ظرف کے مطابق اس کو حاصل کرتا ہے، ہر زمین اپنی استعداد کے مطابق فصل اُگاتی ہے۔ یہ اہم ترین بنیادی اصول اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کر دیا ہے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط (البقرہ:۲۸۶)

''ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے، اس کا پھل اسی کے لیے ہے اور جو بدی سمیٹی ہے، اس کا وبال اسی پر ہے۔''

پھر اسی اصل اصول کو بڑے اہتمام سے یوں بیان کیا گیا ہے، اور اس تاکید کے ساتھ کہ یہ تو وہ اصول ہے جو ازل سے آسمانی صحیفوں میں لکھا چلا آ رہا ہے:

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰىۙ وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤىۙ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىۙ وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰىۙ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰىۙ (النجم:۳۶-۴۱)

''کیا (انسان) کو وہ بات بتا نہیں دی گئی ہے جو موسیٰؑ کے صحیفوں اور اس ابراہیمؑ کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہے، جس نے وفا کا حق ادا کر دیا؟ یہ کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے، مگر وہ عمل جس کی اس نے سعی کی، اور یہ کہ اس کا عمل اسے عنقریب ضرور دکھایا جائے گا، پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔''

پھر جنت کا حصول... جو حسن عمل کی آزمایش میں کامیابی کا انعام اتنی وضاحت اور اتنی کثرت کے ساتھ عمل، کوشش، محنت اور سعی کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے کہ کسی غلط فہمی کی گنجایش باقی نہیں رہتی کہ جنت کے راستے پر چلنے کے لیے تربیت، عمل کے علاوہ بھی کسی اور طرح ممکن ہے۔

جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ، اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (بدلہ اس کا جو کرتے تھے)، لِلْمُتَّقِيْنَ (جنت تقویٰ رکھنے والوں کے لیے ہے)، اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (ان کے لیے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے)، دوڑو جنت کی طرف، مسابقت کرو جنت کی طرف، جنت جیسی چیز ہی کے لیے تو عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے، دوسروں پر بازی لے جانے والوں کو بازی لے جانا چاہیے: یہ وہ لہر ہے، جو قرآن کے ہر صفحے پر موج زن ہے۔

ثابت ہوا کہ صرف خواہش و تمنا سے، کسی کی نظر اور توجہ کی برکت سے، کسی تقریر و درس

کی تاثیر سے، کسی کامل کی صحبت سے، جنت نہیں مل سکتی، اپنی وہ تربیت بھی نہیں ہوسکتی جس کا انعام جنت ہے... جب تک اپنا ارادہ نہ ہو، اپنی کوشش نہ ہو۔

کوئی چیز فائدہ نہ دے گی

تم سمجھتے ہو کہ تم ارادہ نہ کرو گے، کوشش نہ کرو گے، انگلی نہ ہلاؤ گے، تو اس کے باوجود تمھاری تربیت ہو جائے گی۔ یاد رکھو، نہیں ہوگی۔ تم سمجھتے ہو کہ صرف کتابوں کا مطالعہ کرلو گے، اسٹڈی سرکل میں شرکت کرلو گے، اور تمھاری تربیت ہو جائے گی، نہیں ہوگی۔ ایک دل گداز درس سن لو گے، ایک جذبات انگیز تقریر کانوں میں پڑ جائے گی، ایک تربیتی پروگرام میں شرکت کرلو گے اور تمھاری تربیت ہو جائے گی، نہیں ہوگی۔ کسی مرد کامل کی صحبت، نظر، توجہ میسر ہو جائے گی، وہ انگلی پکڑ لے گا اور تمھارا بیڑا پار ہو جائے گا، یہ بھی نہیں ہوگا۔ جب تک تم خود نہ چاہو گے، ارادہ نہ کرو گے اور عمل کے راستے پر قدم نہ بڑھاؤ گے، تمھیں کچھ نہیں ملے گا۔ اگر تمھارے بغیر یہ سب کچھ ہوسکتا، اس کے باوجود کہ تم اپنے اختیار سے حسن عمل کرتے، تو امتحان اور جزا و سزا کا نظام بے معنی ہو جاتا۔

اگر تم خود نیک بننے کا ارادہ اور کوشش نہ کرو، تو نبیؐ کی تعلیم، توجہ اور صحبت بھی تمھیں نیک نہیں بنا سکتی، بد بننے سے نہیں روک سکتی۔ انبیاء علیہم السلام کو بھی کوئی اختیار ایسا نہیں دیا گیا جو تمھارے ذاتی اختیار سے بالاتر ہو اور اس پر حاوی ہو سکے: اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ (القصص:۵۶) ''اے نبیؐ تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے۔''

آپؐ کو یہ اختیار نہیں بخشا گیا تھا، نہ یہ ذمے داری دی گئی تھی، کہ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف، زبردستی ہدایت کے راستے پر چلا دیں۔ لوگ نفاق و کفر لے کر صحبت نبویؐ میں جا کر بیٹھتے تھے، اور اپنی انھی گندگیوں کے ساتھ اسی طرح اٹھ کر چلے آتے تھے۔ وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْکُفْرِ وَھُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِہٖ (المائدۃ:۶۱) ''حالاں کہ کفر لیے ہوئے آئے تھے اور کفر ہی لیے ہوئے واپس گئے۔''

شیطان کا زور

اگر تم خود بد نہ بنو، تو شیطان کی صحبت بھی تمھیں بد نہیں بنا سکتی، اگرچہ شیطان کی صحبت میں تو تم ہر وقت رہتے ہو۔ وہ تمھاری جان کے ساتھ لگا ہوا ہے، خون کے ساتھ گردش کر رہا ہے، ایسی جگہوں سے تمھاری تاک میں ہے، جن کا تم کو پتا ہی نہیں۔ وہ دائیں بائیں آگے پیچھے سے مسلسل نقب لگاتا رہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود تمھارے ارادے کے خلاف زبردستی تم سے کوئی

عمل بد نہیں کرا سکتا۔ اسے کوئی ایسا اختیار تم پر نہیں دیا گیا ہے۔ وہ اپنے عمل پر تمھارے اپنے اختیار کو باطل نہیں کر سکتا۔ بلکہ روز قیامت تو وہ کھڑے ہو کر صاف کہہ دے گا:

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ (ابراھیم:۲۲)

''میرا تم پر کوئی زور اور اختیار تو تھا نہیں، میں نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ اپنے راستے کی طرف تم کو دعوت دی اور تم نے میری دعوت پر لبیک کہا۔ اب مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔''

توفیق الٰہی کی دست گیری

توفیق الٰہی کے بغیر تم کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن یاد رکھو کہ توفیق الٰہی بھی اسی وقت تمھارے شامل حال ہوگی اور تمھاری دست گیری کرے گی، جب تم خود ارادہ کرو گے اور جنت کے راستے پر قدم آگے بڑھاؤ گے۔ اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں رہنے دیا گیا ہے:

يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝ (الشوریٰ:۱۳)

''اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے، جو اس کی طرف رجوع کرے۔''

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ (الفرقان:۷۱)

''جو شخص توبہ کر کے نیک عملی اختیار کرتا ہے، وہ تو اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے، جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے۔''

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۝ (طٰہٰ:۸۲)

''البتہ جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھا چلتا رہے اس کے لیے میں بہت درگزر کرنے والا ہوں۔''

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرۃ:۱۵۲) ''تم مجھے یاد رکھو، میں تمھیں یاد رکھوں گا۔''

اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ (البقرۃ:۴۰)

''میرے ساتھ تمھارا جو عہد تھا، اسے تم پورا کرو تو میرا جو عہد تمھارے ساتھ تھا، اسے میں پورا کروں۔''

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم:۷) ''اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا۔''

گویا تم ارادہ اور عمل کرو گے، تو ساری بشارتیں اور وعدے اس کے ساتھ مشروط ہیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ بندہ فرائض ادا کرتا ہے اور یہ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب ہے۔ پھر وہ دوڑ دوڑ کر وہ کام بھی کرتا ہے جو اللہ نے فرض نہیں کیے مگر اسے محبوب ہیں۔

جب بندہ یہ روش اختیار کرتا ہے تو اس کی نگاہ، سماعت، ہاتھ پاؤں سب اللہ کی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں۔ لیکن فرائض ونوافل کی ادائی تو بہرحال بندے کا کام ہے۔ وہ یہ نہ کرے تو یہ بشارت کیسے نصیب ہوگی؟

ایک اور حدیث میں فرماتے ہیں کہ جو اللہ کی طرف ایک بالشت آگے بڑھتا ہے، اللہ اس کی طرف ایک ہاتھ آگے بڑھتے ہیں، یہاں تک کہ جو چلتا ہوا آتا ہے اللہ اس کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔ تربیت اور جنت کی طرف راہ نمائی کے لیے یہ بے پایاں رحمت دیکھو۔ لیکن یہ رحمت بھی اسی کے لیے ہے جو اپنے ارادے اور کوشش سے ایک بالشت تو بڑھے، ایک قدم تو اٹھائے۔ جو کھڑا ہی رہے، لاپروا اور بے نیاز رہے، ہاتھ پر ہاتھ دھرے رکھے... وہ اس بے پایاں رحمت سے کیا پائے گا۔ شرط تو بندہ کی طرف سے ارادہ اور کوشش کی ہے، باقی تو انتہائی فیاضی کے ساتھ میزبانی اور دست گیری کا ہر سامان موجود ہے۔

صرف ارادہ اور سعی ہی مطلوب ہے

جہاں اس غلط فہمی کی جڑ کاٹ دینا چاہیے کہ تمھارے ارادے اور عمل کے بغیر بھی تمھاری تربیت کا کوئی راستہ ہوسکتا ہے، وہاں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ عمل میں کمال مطلوب ہے، نہ عمل کی تکمیل مطلوب ہے، نہ عمل میں کامیابی مطلوب ہے... اس لیے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی تمھارے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ صرف عمل کے لیے اپنی مقدور بھر کوشش اور سعی مطلوب ہے، جو تمھارے اختیار میں ہے۔ ساری کامیابی، قدردانی اور اجروانعام صرف اسی سعی پر عطا کرنے کا وعدہ ہے:

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا۝ (بنی اسرائیل:۱۹)

''جو آخرت کا خواہش مند ہو، اور اس کے لیے سعی کرے جیسی کہ اس کے لیے سعی کرنی چاہیے، اور ہو وہ مومن، تو ایسے ہر شخص کی کوشش کو پوری قدردانی سے نوازا جائے گا۔''

یہ آیت، جو قرآن وسنت کی بے شمار تعلیمات پر مشتمل ہے، تربیت کے لیے عمل اور کوشش کے راستے کے بہت سارے فتنوں کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ کبھی تم کو یہ پریشانی لاحق ہو جاتی ہے کہ میرا عمل معیار مطلوب سے بہت نیچے ہے، اس میں بہت نقائص اور کمزوریاں ہیں، یہ بھلا کیسے قبول ہوگا۔

کبھی تم کو یہ فکر ہوتی ہے کہ عمل تو ہے لیکن کیفیات نہیں۔ نماز میں خشوع نہیں، دل میں رقت نہیں، آنکھوں میں نمی نہیں۔ کبھی تشویش ہوتی ہے کہ عمل تو ہے لیکن مطلوب نتائج نظر نہیں آتے۔ نماز پڑھتے ہیں، لیکن فحشا و منکر نہیں چھوٹتے۔ روزہ رکھتے ہیں، مگر تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ کبھی یہ مایوسی لگ جاتی ہے کہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ دعوت دیتے ہیں، کوشش کر رہے ہیں، قربانیاں دے رہے ہیں۔ مگر لوگ مانتے نہیں، دین غالب نہیں ہوتا، اسلامی ریاست قائم نہیں ہوتی۔ پھر ارادوں کا ضعف، تربیت کی ساری کوششوں کے باوجود بے قابو نفس! بار بار مایوسی ہوتی ہے۔

لیکن اگر یہ یاد رہے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی... جن کی فکر پریشان و مایوس کرتی ہے، اور بالآخر عمل ہی ترک کر دینے کے مقام پر پہنچا دیتی ہے... تربیت میں کامیابی کے لیے جنت میں جانے کے لیے شرط نہیں، مطلوب نہیں، تو نہ صرف پریشانی اور مایوسی قابو میں آ جائے گی، بلکہ تم کبھی تباہی کے اس کنارے پر نہیں پہنچو گے کہ کوشش اور عمل ہی ترک کر دو۔

ارادہ

ارادے کا ذکر ہم نے بار بار کیا ہے، قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تمھارے اختیار میں ہے۔ یہ تربیت کے لیے شرط ہے۔ یہ تربیت کے لیے بنیادی قوت ہے۔ ارادہ محض خواہش کا نام نہیں۔ یہ غلط فہمی بہت عام ہے: ''میں تو بہت چاہتا ہوں کہ فجر کے وقت آنکھ کھل جائے اور نماز وقت پر پڑھ لوں۔ مگر آنکھ ہی نہیں کھلتی۔'' یہ ''چاہنا'' وقت پر اُٹھ کر نماز پڑھنے کے ''ارادے'' کے مترادف نہیں۔ ذرا سوچو: اگر صبح صبح متعین وقت پر ہوائی جہاز پکڑنا ہو، یا کسی بہت بااثر آدمی سے ملاقات کرنا ہو، جس سے اہم حاجت اٹکی ہوئی ہو یا نفع عظیم کی امید ہو، پھر بھی کیا آنکھ نہ کھلے گی، یا اس بات کا کامیاب اہتمام نہ کرو گے کہ آنکھ ضرور کھلے۔ یہ ایک کم درجے کے کام کی عام مثال ہے۔ اسی سے دین کے اور تربیت کے لیے دوسرے ضروری کاموں اور مجاہدوں کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

ارادے میں، مراد کی قدر و قیمت اور ضرورت کا یقین شامل ہوتا ہے، اسے کرنے کی یا حاصل کرنے کی چاہت اور محبت شامل ہوتی ہے، شعوری فیصلہ ہوتا ہے، اور ان سب سے مل کر عزم پیدا ہوتا ہے۔ جب قرآن یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ یا مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ (الشوریٰ:۲۰)

''وہ اللہ کی خوشنودی کا ارادہ کرتے ہیں''، ''چاہتے ہیں یا جو آخرت کی فصل کا ارادہ کرتے ہیں، چاہتے ہیں۔'' کہتا ہے تو وہ ارادے کا لفظ انھی معنوں میں استعمال کرتا ہے۔

یہ ارادہ کمزور پڑ سکتا ہے، ٹوٹ سکتا ہے، اس کے خلاف آدمی کام کر سکتا ہے، وہ اسے بھول سکتا ہے، لیکن مجموعی طور پر، پہلے قدم پر اور ہمیشہ رضائے الٰہی، آخرت، جنت اور اپنی تربیت کے لیے یہی ارادہ درکار ہے۔ اور ہر اس کام کے لیے بھی درکار ہے، جو دین کی راہ پر چلنے اور اپنی تربیت کرنے کے لیے ضروری ہو۔ یہ ندامت اور شعوری طور پر رجوع کرنے سے ایک لمحے میں دوبارہ استوار ہو سکتا ہے۔

یہ ارادہ موجود نہ ہو تو تعلیم و تربیت کی بڑی سے بڑی بارش بھی رائے گاں جائے گی۔ یہ موجود ہو تو تعلیم و تربیت کی معمولی سی پھوار سے بھی لہلہاتی فصل کھڑی ہو جائے گی۔ بلکہ تعلیم و تربیت، وعظ و تلقین اور مطالعہ و درس نہ بھی میسر ہو تو یہ ارادہ خود ہی سب سے زیادہ موثر و کارگر معلم اور مربی ثابت ہوگا۔ یہ صحیح راہیں بھی دکھائے گا، ان راہوں پر قائم رکھے گا، اور غلط راہوں پر جانے سے بھی روکے گا۔

یہ ارادہ یک سوئی بھی چاہتا ہے اور بالاتری بھی۔ بیک وقت اللہ اور غیر اللہ دونوں مقصود نہیں بن سکتے، آخرت اور دنیا دونوں ہدف نہیں بن سکتے۔ تو دو کشتیوں میں سوار ہونا چاہو گے تو کبھی ساحل مراد تک نہ پہنچو گے۔ ہمیشہ ضعف ارادہ اور عزم کی شکست و ریخت کا شکار رہو گے، ڈانواں ڈول رہو گے۔

ارادہ اسی طرح مضبوط اور یک سو ہو سکتا ہے کہ تم ان چیزوں کی انتہائی قدر و قیمت اور اپنے لیے شدید ضرورت پر یقین رکھو جو ارادے کا مقصود ہیں۔ یعنی اللہ اور جنت اور ان کے حصول کے لیے اپنی تربیت۔ ارادہ اتنا ہی مضبوط اور یک سو ہوگا جتنا یہ یقین مضبوط اور یک سو ہوگا۔ یہ یقین اتنا ہی مضبوط ہوگا جتنا اللہ اور جنت کی محبت اور طلب کا جذبہ مضبوط ہوگا، اور پھر اتنا ہی عزم مضبوط ہوگا۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ اللہ سے، اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں جہاد سے ہر چیز سے بڑھ کر محبت کرو۔ اسی لیے قرآن میں جنت کا ذکر تفصیل سے اور بار بار ہوا ہے۔ اور اس طرح ہوا ہے کہ وہ ایک زندہ متحرک حقیقت بن کر آنکھوں کے سامنے موجود رہتی ہو۔

ہم یہ پہلے بھی بتا چکے ہیں... اور پھر بتانا چاہتے ہیں... کہ عمل و کردار کی اصلاح و تعمیر ایک

تدریجی اور وقت طلب کام ہے۔ ارادے کا بننا پلک جھپکتے میں ہوسکتا ہے، اور ہوتا ہے۔ یہ پلک جھپکتے میں ٹوٹ بھی سکتا ہے، لیکن مایوسی کی کوئی بات نہیں: پلک جھپکتے میں واپس بھی آ جاتا ہے۔

سعی

ارادہ ہو تو ناگزیر ہے کہ اس کا ظہور عمل میں ہو۔ جس چیز کا ارادہ ہو اس کی طرف قدم نہ اُٹھ سکیں تو بھی پیش قدمی کے لیے آمادگی، آرزو اور جستجو کی صورت ہو، کم سے کم دل، نگاہوں، توجہ اور زندگی کا رخ مقصود، ارادہ کی طرف دل کر لینے کی صورت میں ہو۔ چل نہ سکو تو دل چلنے کے لیے بے تاب رہے، آنکھیں منزل پر جمی رہیں، دل منزل کی طرف لپکتا رہے، اور جب ممکن ہو قدم بھی اٹھ اٹھ کر چلیں۔

قرآن مجید نے سعی کی ان ساری صورتوں کی تصویر کھینچی ہے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ (الانعام:۷۹)

''میں نے یک سو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا، جس نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔''

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (الانعام:۱۶۲)

''کہو میری نماز میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔''

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (البقرۃ:۱۳۱)

''اس کا حال یہ تھا کہ جب اس کے رب نے اس سے کہا: ''مسلم ہو جا'' تو اس نے فوراً کہا: میں مالک کائنات کا ''مسلم'' ہو گیا۔''

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ (الجمعۃ:۹)

یاد رکھو کہ سعی سے بڑی بڑی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ ایک شخص نے خواب میں ایک بزرگ نے کہا کہ صبح سب سے پہلے جس چیز پر نگاہ پڑے، اسے اٹھا کر منہ میں رکھ لینا۔ وہ [illegible]

گھر سے باہر نکلا تو نگاہ ایک پہاڑی پر پڑی۔ اس نے ہمت ہار دی۔ پہاڑی کیسے منہ میں رکھی جاسکتی ہے! بزرگ پھر نمودار ہوئے: چلنا تو شروع کرو۔ اس نے چلنا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا، پہاڑی چھوٹی ہوتی گئی۔ جب پہاڑی تک پہنچ گیا تو دیکھا کہ وہاں گڑ کی ایک ڈلی تھی۔ اس نے اسے اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ دین کے، تربیت کے، جن کاموں کو تم مشکل، دشوار اور ناممکن سمجھتے ہو، ان سب کا معاملہ ایسی ہی پہاڑیوں کا ہے۔

یہی سبق اس شخص کے واقعہ سے ملتا ہے، جو رسول اللہؐ نے بیان فرمایا، جس نے ۹۹ قتل کیے تھے۔ وہ ایک عابد کے پاس گیا کہ کیا اب توبہ کی کوئی صورت ہے۔ عابد نے انکار کر دیا۔ اس شخص نے عابد کو قتل کر دیا۔ پھر ایک عالم کے پاس گیا۔ اس نے کہا، ہاں! توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ توبہ کرو۔ لیکن یہ بستی چھوڑ دو، فلاں بستی میں چلے جاؤ جو نیک بستی ہے۔ اس شخص نے توبہ کر کے، نیک بستی کی طرف چلنا شروع کیا۔ راستے میں اسے موت آ گئی۔ اس نے مرتے مرتے اپنا سینہ ہی مطلوب بستی کی طرف آگے بڑھا دیا۔ اب رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا شروع ہو گیا کہ روح کون لے جائے۔ ایک فرشتے نے آکر فیصلہ دیا کہ فاصلہ ناپ لو، اگر لاش نیک بستی سے قریب ہو تو رحمت کے فرشتے لے جائیں، ورنہ عذاب کے فرشتے۔ اللہ تعالیٰ نے ادھر کی زمین کو حکم دیا کہ پھیل جائے، ادھر کی زمین کو حکم دیا کہ سکڑ جائے۔ اس کے بعد نیک بستی کا فاصلہ ایک بالشت کم نکلا۔ چناں چہ رحمت کے فرشتے اس کی روح لے گئے۔

اس کہانی کے اسباق و اسرار پر ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ لیکن مقصود واضح ہے: نیت صادق ہو، ارادہ مضبوط ہو، اور عمل کے لیے کوشش ہو، تو دیکھو اللہ کی رحمت کس طرح دست گیری کرتی ہے اور منزل مراد تک پہنچا دیتی ہے۔

حرف آخر

بس یاد رکھو کہ تربیت تمھارے اپنے ارادے اور کوشش سے ہوگی۔ اپنا ارادہ اور کوشش ہوگی تو ہر تربیت مفید ہوگی، اللہ کی بے پایاں رحمت بھی شامل حال ہوگی۔ تم خود اپنی تربیت نہ کرو گے تو کوئی تمھاری مدد نہیں کر سکے گا۔

چلتے اور چلتے رہنے کے لیے کمر باندھ لو۔ یہی پہلا قدم ہے، یہی آخری قدم ہے۔

☆○☆